نمبر ۷۰ | مورخہ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۰ رجب سنہ ۱۳۴۹ ہجری | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا کے فضل اور کرم سے اچھی ہے ؛

جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور عامہ مسلم لیگ کی کونسل میں شمولیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے ؛

مولوی محمد یار صاحب کوٹ کپورا ریاست فرید کوٹ روانہ ہوئے۔ جہاں ۱۰۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ کریں گے۔ اس کے بعد ۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء سکھر پہونچیں گے۔ جہاں عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ ہے ؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم و غم کی حالت

"اللہ تعالےٰ چاہتا۔ تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا۔ مگر بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اس پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے۔ ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدیل اوقات سے اللہ تعالےٰ کی عجیب در عجیب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے ؛ بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو کوئی ہم و غم دنیا میں نہیں پہنچتا۔ اور جو بجائے خود اپنے آپکو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے اسرار اور حقائق سے ناواقف اور ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مدرسوں میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے۔ کہ ایک خاص وقت تک لڑکے ورزش بھی کریں۔ اس ورزش اور قواعد وغیرہ سے جو سکھائی جاتی ہے۔ سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ منشاء تو ہو نہیں سکتا۔ کہ ان کو کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جاتا ہے، اور نہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ اور لڑکوں کا وقت کھیل کود میں دیا جاتا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں۔ اگر ان کو بالکل بیکار چھوڑ دیا جائے۔ تو پھر ان کی طاقتیں زائل اور ضائع ہو جاویں۔ اور اس طرح پر اس کو پورا کیا جاتا ہے۔ بظاہر ورزش کرنے سے اعضا کو تکلیف اور کسی قدر تکان ان کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح پر ہماری فطرۃ کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے۔ تاکہ تکمیل ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہوتا ہے جو وہ انسان کو بعض اوقات ابتلاؤں میں ڈالدیتا ہے اس سے اس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں"۔ (الحکم ۱۷۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء)

بلادِ اسلامیہ میں احمدیت

جماعت دمشق

خاکسار بارادہ مصر بغداد سے روانہ ہوکر جب دمشق پہونچا۔ توچونکہ جماعت کے احباب سے ملنے کا ازحد شوق تھا۔ اس لئے دو دن تک تلاش کرتا رہا۔ بالآخر تیسرے دن گائیڈ کے ذریعہ سے منیر الحصنی آفندی امیر جماعت احمدیہ دمشق کے مکان پر پہونچا۔ جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ ایک ہندوستانی احمدی اُن سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ تو فوراً باہر آگئے۔ اور نہایت تپاک سے ملے۔ انہوں نے چند ایسے لوگوں سے میری ملاقات کرائی۔ جو اس وقت زیر تبلیغ تھے بعض کے ساتھ گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ ان پر سلسلہ کی صداقت ظاہر ہوچکی ہے۔ لیکن دُنیوی مشکلات کی وجہ سے وُہ کسی وقت کے منتظر ہیں۔ پھر مجھے انہوں نے احباب جماعت سے فرداً فرداً ملایا۔ ان میں سے بعض دوست اپنا کام چھوڑ کر ہمارے ساتھ ہو لئے۔ پھر مجھے اس مکان میں لے گئے۔ جہاں دوستوں کا اجتماع ہوا کرتا ہے۔ دراصل یہ توفیق کحالہ صاحب کا مکان ہے جو وہاں کے احمدیوں میں غالباً بڑے تاجر ہیں۔ اور اُن کا مکان عین سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے متصل ہے۔ وہاں بعض غیر احمدی بھی موجود تھے۔ ان سے سلسلہ کے متعلق گفتگو چل پڑی۔ اور انہوں نے بعض سوالات مجھ سے کئے۔ جن کے جوابات سننے کے بعد خاموش ہوگئے۔ اور سلسلہ کی تعریف کرنے لگے۔ احباب کو میں نے بتایا۔ کہ میں کل صبح بیروت روانہ ہوجاؤنگا تو انہوں نے موٹر کے ذریعہ مجھے دمشق کے خاص خاص تاریخی مقامات کی سیر کرائی۔ ایک خوشنما مقام لبوۃ میں احباب نے ایک ہوٹل میں میری دعوت کی۔ علے الصباح میں روانہ ہوگیا۔ میرے دل پر جماعت دمشق کے اخلاص کا غیر معمولی اثر ہے

جماعت حیفا

حیفا پہونچکر مولوی جلال الدین صاحب شمس سے ملا۔ مولوی صاحب نے احباب جماعت حیفا سے میرا تعارف کرایا۔ مولوی صاحب کے ساتھ ان کا اخلاص اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ وُہ انہیں اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ یہاں دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور تقریباً ایک ہفتہ مجھے وہاں ٹھیرنا پڑا۔

جماعت کبابیر

پھر مولوی صاحب مجھے جماعت کبابیر سے ملانے کے لئے لے گئے۔ یہ ایک گاؤں ہے۔ جو حیفا سے چند میل کے فاصلہ پر جبل کرمل کی چوٹی پر واقعہ ہے۔ جب ہم گاؤں کے قریب پہونچے تو بعض لڑکوں نے مولوی صاحب کو پہچان لیا۔ اور دوڑ کر گاؤں کے لوگوں کو خبر کر دی۔ جس سے احمدی احباب ہمارے استقبال کے لئے گاؤں سے باہر آگئے۔ یہ لوگ اس قدر جوش مسرت سے ملتے تھے۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا مدت سے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے مل رہے ہیں۔ ان میں بعض ستر ستر سال کے بوڑھے بھی تھے جنہیں میں نے دیکھا۔ جب وُہ معانقہ کرتے تھے۔ تو فرط سے زار زار روتے تھے۔ ان کے اس عاشقانہ جوش و اخلاص نے ہمیں بھی رُلا دیا فی الحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ایک زبردست معجزہ تھا۔ کہ اس قدر دُور کے ملک میں پہاڑ کی چوٹی پر بسنے والی ایک قوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتی ہے۔ اور اخلاص و محبت میں اس قدر ترقی کرجاتی ہے۔ کہ دیارِ محبوب کے رہنے والے ایک احمدی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتی ہے۔ حضور علیہ السلام پر درود بھیجتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر کرتی ہے۔ کہ اُس نے اس ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں انہیں محض اپنے فضل سے ہدایت نصیب کی۔ اس وقت کا یہ نظارہ اس قدر دلکش تھا۔ جو مجھے ساری عمر نہیں بھولے گا۔ اس گاؤں کے احمدیوں کی مجموعی تعداد سَو سے زائد ہے۔ جن میں بعض عالم اور بعض شاعر بھی ہیں دو دن وہاں ہم ٹھیرے۔ ہر وقت ہمارے پاس احباب بیٹھے رہتے۔ اور سلسلہ کی باتیں سُنکر اپنے ایمان تازہ کرتے۔ نماز کے وقت بہت سے احباب اپنا کام چھوڑ کر آجاتے۔ اور چھوٹی سی مسجد بھر جاتی تھی۔ بالآخر ہم ان سے رخصت ہوئے۔ اور احباب دُور تک ہماری مشایعت کے لئے آئے۔

سفر قدس

مولوی صاحب کو احمد زکی پاشا کی طرف سے جو قدس میں مسئلہ براق میں مصری مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ تھے۔ ایک خط آیا۔ جس میں ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم وہاں سے روانہ ہوکر قدس پہونچے۔ جب ہم احمد زکی پاشا سے ملنے کے لئے گئے۔ تو وہاں مختلف ممالک کے نمائندے موجود تھے۔ احمد زکی پاشا نے ہمارا تعارف ہر ایک وفد کے نمائندوں سے کرایا۔ اور شرق اردن کے مفتی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ احمدیوں کی تفسیر بہت پسند ہے۔ کیونکہ یہ جو تفسیر کرتے ہیں۔ اس میں خرافات اور خلاف از عقل باتیں نہیں ہوتیں۔ اور میرا تو جی چاہتا ہے۔ اُن تفاسیروں کو ضائع کر دیا جائے۔ جس میں دُور از قیاس اور خلاف از عقل باتیں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ یوسف کی تفسیر پر ذکر چھیڑ دیا جس پر مفتی صاحب اور دُوسرے علماء بول اُٹھے۔ کہ فلاں مفسر نے یُوں لکھا ہے اس وقت احمد زکی پاشا نے مولوی صاحب سے کہا۔ کہ آپ اس کے متعلق بیان فرمائیں۔ مولوی صاحب نے نہایت فصاحت کے ساتھ تقریر کی۔ مفتی صاحب یا کسی اور کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ کسی قسم کا اعتراض کریں۔ کیونکہ مولوی صاحب کی تقریر نہایت مدلل تھی۔

فلسطین ہوٹل جس میں ہم ٹھیرے ہوئے تھے۔ اس میں شرق اردن وغیرہ کے بعض وفود ٹھیرے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں سلسلہ کا لٹریچر دیا۔

خاکسار محمد نواز خاں از قاہرہ

موجودہ وقت کی ایک اہم تصنیف کا اُردو ایڈیشن

مسلمانان ہند کے ملکی حقوق کی حفاظت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے حال ہی میں جو اہم تصنیف فرمائی ہے اُس کا انگریزی ایڈیشن شائع ہوچکا ہے۔ جس کی قیمت ۸؍ علاوہ محصولڈاک ہے۔ اور جو دفتر پرائیویٹ سکرٹری سے مل سکتی ہے اب احباب کے بار بار کے تقاضے اور شوق کو دیکھ کر اس کا اُردو ایڈیشن بھی چھپوانے کیلئے پریس میں دیدیا گیا ہے۔ کتاب کا حجم اڑھائی سو صفحے ہے کتابت نہایت اعلیٰ ہے۔ عمدہ کاغذ پر ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کی شائع ہوگی کتاب کی قیمت علاوہ محصولڈاک صرف ایک روپیہ ہوگی۔ البتہ مجلد کتاب کی قیمت ۱؎ رکھی گئی ہے۔ احباب اسے خرید کر مسلمانوں میں کثرت سے شائع کریں۔ تاکہ انہیں اپنے سیاسی اور ملکی حقوق کی حفاظت کا خیال پیدا ہو۔

تمام دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وُہ بہت جلد اپنی درخواستیں دفتر پرائیویٹ سکرٹری میں بھیجدیں۔ تاکہ چھپتے ہی کتاب ان کی خدمت میں بھجوا دی جائے۔ والسّلام

خاکسار پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح قادیان

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۳۰ء

اس سال سالانہ جلسہ انشاءاللہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۰ء قادیان میں ہوگا۔ ۲۶۔ دسمبر جمعہ کا دن ہے۔ احباب کو ۲۵۔ دسمبر یہاں پہونچ جانا چاہیئے۔ تاکہ جلسہ کی افتتاحی تقریر جو حضرت خلیفۃ المسیح فرمائینگے سُن سکیں۔ علاوہ ازیں خطبہ جمعہ بھی انشاءاللہ حضور ہی پڑھینگے نماز جمعہ میں شریک ہونا اور خطبہ جمعہ سننا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس لئے احباب کو ۲۵ دسمبر تک پہنچ جانا چاہیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۷۰ قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۰ء جلد ۱۸

کانگریس اور آریہ سماج

کانگریسی مسلمان غور فرمائیں

ہندوؤں کی تمام سیاسی اور ملکی تحریکات خواہ وہ کانگرس کی طرف سے جاری ہوں۔ یا ہندو مہاسبھا کی طرف سے۔ یا دوسری ہندو سوسائٹیوں کی طرف سے۔ ان کی ایک ہی غرض ہے۔ اور وہ یہ کہ ہندوستان میں ہندو راج قائم کریں۔ اور غیر ہندوؤں کو یا تو بالکل مٹا دیں۔ یا پھر انہیں اپنا غلام بنالیں۔ لیکن ہندوؤں میں سے وہ لوگ جو آریہ سماجی کہلاتے ہیں۔ وہ چونکہ ایک طرف تو مسلمانوں کے متعلق بغض و عداوت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف اندھا دھند جوش کی نمائش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے تمام منصوبوں اور خفیہ ارادوں کی بہت نمایاں جھلک ان کی تحریروں اور تقریروں میں پائی جاتی ہے ؛

حال ہی میں آریوں کی دونوں پارٹیوں کے سالانہ جلسے لاہور میں ہوئے۔ ان میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کہا گیا۔ وہ کئی پہلوؤں کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے قابل غور اور لائق توجہ ہے۔ لیکن اس وقت ہم صرف ایک امر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو مسلمانوں کی سیاسی اور ملکی حیثیت سے تعلق رکھتا ہے :۔

کانگرس کا جو رویہ مسلمانوں کے متعلق ہے۔ وہ کسی قسم کی تشریح کا محتاج نہیں۔ ہر وہ تجویز جو مسلمانوں نے مصالحت کے لئے پیش کی۔ نہایت حقارت سے ٹھکرا دی گئی۔ اور ہر وہ صورت جو مسلمانوں کے حقوق اور مفاد کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ اس کے قائم رکھنے پر زور دیا گیا۔ لیکن باوجود اس کے دعوے یہ کیا جاتا ہے کہ کانگرس ہندو مسلمانوں کی مشترکہ انجمن ہے۔ اور اس کا مقصد نہ صرف ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت کرنا بھی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ کانگرس آریہ سماج کی ہی ایک دوسری شکل ہے۔ یہ بات ہم کانگرس کے رویہ کو پیش کر کے نہیں کہہ رہے۔ اگرچہ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ نہ ہم اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ بلکہ یہ خود ان لوگوں کے بیان سے ظاہر ہے جو ہندوؤں میں بہت با اثر اور ذمہ وارانہ پوزیشن رکھتے ہیں۔ جنہیں ہندو اپنا لیڈر اور راہنما سمجھتے ہیں۔ اور جنہیں ہزاروں آدمیوں کے مجمع کو مخاطب کرنے کا حق دار سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک لیڈر نے آریہ سماج انارکلی لاہور کے جلسہ میں اس سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ "کانگریس کیا ہے" کہا:۔

"کانگریس کا پروگرام آریہ سماج کے پروگرام کا ایک جزو ہے"
(پرتاپ یکم دسمبر ۱۹۳۰ء)

مطلب صاف اور واضح ہے۔ کہ کانگریس جو کچھ کر رہی ہے۔ یا جو کچھ کرنا چاہتی ہے۔ وہ آریہ سماج کے پروگرام کا حصہ ہے۔ اور کانگرس آریہ سماج کی ایک مددگار اور معاون سوسائٹی کا نام ہے اس سے بڑھ کر کھلے الفاظ میں کانگریس کی حقیقت پر شاید ہی اس سے قبل کبھی روشنی ڈالی گئی ہو۔ اور اس طرح اقرار کیا گیا ہو۔ کہ کانگریس جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ آریہ سماج کے پروگرام کا ایک حصہ ہے اس بات کے صاف ہو جانے کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ آریہ سماج کے پروگرام میں مسلمانوں کے متعلق کیا کچھ درج ہے۔ اور انہیں کس سلوک کا مستحق قرار دیا گیا ہے ؛

آریہ سماج کے بانی نے مسلمانوں کو ویدوں کی مذمت کرنے والے۔ وید نندک اور راکشش کے نام دے کر آریہ سماج کے پروگرام (ستیارتھ پرکاش) میں یہ حکم دیا ہے۔ کہ:۔

"وید کی بُرائی کرنے والے منکر کو ذات۔ جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے" صفحہ ۵۹

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص وید اور وید کے مطابق اہل کمال کی تصانیف کی بےقدری کرے۔ اس کو نیک لوگ ذات سے خارج کر دیویں۔ کیونکہ جو شخص وید کی مذمت کرتا ہے۔ وہی ناستک (ملحد) کہلاتا ہے" صفحہ ۲۹۶

ایک طرف آریہ سماج کے پروگرام کے اس حصہ کو رکھیئے۔ اور دوسری طرف اس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہ "کانگریس کا پروگرام آریہ سماج کے پروگرام کا ایک جزو ہے" تو ہندوؤں کا ہر طبقہ مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کے متعلق جو دست درازیاں کر رہا ہے۔ ان کی غرض بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے ؛

اگرچہ آریوں کے رشی دیانند جی نے مسلمانوں اور دوسرے غیر ہندوؤں کو تباہی و بربادی کے گھاٹ اتارنے کی تلقین کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ پورا زور صرف کیا ہے۔ اور جو لوگ ستیارتھ پرکاش کو الہامی کتابوں کے مساوی درجہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے رشی کی اس تعلیم پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی سرگرمیوں کو اور زیادہ بڑھانے اور غیر ہندوؤں کی بربادی کو زیادہ قریب لانے کے لئے آریہ مہاتمے جس طرح غیر ہندوؤں کے خلاف ہندوؤں میں دشمنی اور عداوت کے جذبات بھڑکانے اور انہیں مشتعل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا پتہ ذیل کے الفاظ سے لگ سکتا ہے۔ جو ہزاروں انسانوں کے کانوں میں اول "آریہ سماجیوں کے دھارمک میلہ" پر بذریعہ تقریر ڈالے گئے۔ اور پھر اخبار میں شائع کر کے بذریعہ تحریر ان تک پہنچائے گئے:۔

"ہندوستان میں دھرم کی باتوں کے بغیر اور کچھ چرچا نہ تھی لیکن زمانہ بدل گیا۔ اس رشیوں کی بھومی کو راکششوں اور غیر ملکیوں نے روندا۔ ہمارے مکان ہم سے چھین لئے گئے۔ یہاں تک کہ ہمارے جسم پر ہمارا اختیار نہ رہا" (ملاپ ۳۰- نومبر)

مسلمانوں کو راکشش آریوں کا رشی قرار دے ہی چکا ہے اور "غیر ملکی" ہونے کا خطاب آج کل ہندوؤں کی طرف سے عطا ہو چکا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مندرجہ بالا الفاظ میں راکششوں اور غیر ملکیوں کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا پہلا نشانہ مسلمان ہی ہیں۔ اور چونکہ مسلمان ہی اس وقت ایسے "غیر ملکی" ہیں۔ جو ہندوؤں کے مقابلہ میں کمزور اور قلیل التعداد ہیں۔ اس لئے ہندوؤں کے منصوبوں اور زور آزمائیوں کا سارا نزلہ انہیں پر گر رہا ہے۔ اور علی الاعلان کہا جا رہا ہے۔ کہ:۔

"آریہ سماج کا مقصد وید نندکوں یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندوستان سے نکالنے کا ہے" (ملاپ ۲- دسمبر)

ان الفاظ سے جہاں آریہ سماج کا حقیقی مقصد اور مدعا ظاہر ہے جو یہ ہے۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ وہاں وید نندکوں یعنی ویدوں کی مذمت کرنے والوں کی تعیین بھی پوری طرح ہو جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ "وید کی بُرائی" اور "وید کی مذمت" کرنا یہ نہیں۔ کہ وید کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے جائیں یا اس کی ہتک کی جائے۔ بلکہ اس کا نہ ماننا اور آریہ نہ بننا ہی وید کی مذمت اور برائی کرنے کے مترادف ہے۔ اور

ہر ایک مسلمان اور عیسائی آریوں کے نزدیک اس جرم کا مرتکب ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بانیٔ آریہ سماج نے تمام غیر آریوں کو ملک سے نکال دینے کا حکم دیا ہے۔

اب جیسا کہ آریہ علم کھلا کہہ رہے ہیں۔ کہ کانگریس کا پروگرام آریہ سماج کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کانگریس کی تائید اور حمایت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ کانگریس کے پروگرام کی کامیابی کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کا پروگرام پورا کیا جا رہا ہے۔ اس کا جو نتیجہ دیگر اقوام اور خاصکر مسلمانوں کے لئے ہو سکتا ہے۔ اس کی کسیقدر تشریح بانیٔ آریہ سماج اور آریوں کے اقوال سے اوپر کی جا چکی ہے۔ ان حالات میں وہ مسلمان جو اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر کانگریس کے پروگرام پر عمل کر رہے ہیں۔ انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کس طرح اپنی تباہی کے سامان اپنے ہاتھوں پیدا کر رہے ہیں۔

اسمبلی کی صدارت

کسی قابل سے قابل مسلمان کے لئے اسمبلی کی صدارت پر فائز ہونا یوں ہی نہایت مشکل ہے۔ لیکن ہمیں یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا۔ کہ نئی اسمبلی کی صدارت کے متعلق مسلمان ممبروں میں سخت اختلاف ہے۔ اور اس وقت تک ان میں سے چار اصحاب کے صدارت کے لئے امیدوار بننے کی خبریں شائع ہو چکی ہیں ان کے مقابلہ میں صرف ایک ہندو امیدوار کا نام لیا جاتا ہے۔ ان حالات میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر مسلمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور ہر ایک گروہ نے اپنے اپنے امیدوار کی حمایت کی۔ تو وہ صدارت سے بالکل ہی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

صدارت کا منصب کسی مسلمان کو ملنا یا نہ ملنا الگ بات ہے لیکن وہ لوگ جو مسلمانوں کے نمائندے بن کر ملک کی سب سے بڑی ذمہ وار مجلس میں جاتے ہیں۔ انہیں اس قدر دُور اندیشی اور عاقبت بینی کا ثبوت تو ضرور دینا چاہیئے۔ کہ حصولِ صدارت کے امکانات کو اپنے ہاتھوں ضائع نہ کر دیں۔ بلکہ اپنے میں سے جسے سب سے قابل سمجھیں۔ اس کی کامیابی کے لئے سارے کے سارے متحدہ کوشش کریں۔

گائے ذبح نہ کرنے پر ویدک سدھانت کی جے

آریہ ایک ایسی احسان ناشناس قوم ہے۔ کہ مسلمان اگر کوئی بات اس کی دلداری کے خیال سے کرتے ہیں۔ تو اسے بھی وہ "ویدک سدھانتوں کی فتح" قرار دے لیتی ہے۔ اور یہ ثابت کرنا چاہتی ہے۔ کہ "ویدک سدھانت دُنیا میں پھیل رہے ہیں"۔

ہندوستان میں کئی بار مسلمانوں نے ہندوؤں کی خاطر اس قسم کی تحریک کی۔ کہ گائے کی بجائے دوسرے جانوروں کی قربانی کر کے ہندوؤں سے اپنے حسنِ سلوک کا ثبوت دیا جائے۔ اور انہیں ممنونِ احسان بنایا جائے۔ بارہا اس پر عمل بھی ہوا۔ مگر مسلمان یقیناً حیران ہونگے۔ کہ گائے کی بجائے دوسرے جانوروں کی قربانی کی تحریک پر بجائے اس کے کہ ہندو ممنون ہوتے۔ آریوں کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ یہ "ویدک سدھانت کی جے" ہے۔ چنانچہ ۳۰۔ نومبر کے "آریہ ویر" میں "شری راجیہ رتن ماسٹر آتما رام جی" نے ان ویدک سدھانتوں کی فہرست دیتے ہوئے جو ان کے زعم میں دُنیا میں پھیل رہے ہیں۔ ایک سدھانت یہ پیش کیا ہے۔ کہ

"عید پر گائے ذبح کرنے کی ممانعت"

یہ ویدک سدھانت کی جے ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ اس دعوے نے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ عید پر گائے کی قربانی ضروری سمجھیں۔ اور جہاں گائے کے ذبح کرنے پر پابندیاں ہوں۔ انہیں دُور کرنے کی کوشش کریں۔

ہندو کماریاں عیسائیت کے جال میں

آج ہندو صاحبان عورتوں کو حقوق دینے والے اپنے دھرم کے صریح احکام کے خلاف ان کی قدر و منزلت بڑھانے کے جو دعوے کر رہے ہیں۔ ان کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ ہندو عورتیں ان کے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہیں۔ چنانچہ "آریہ ویر" ۳۰۔ نومبر لکھتا ہے:۔

"سینکڑوں نہیں ہزاروں ہندو کماریاں عیسائیوں کے جال میں عیسائی ڈاکٹر و نرس نظر آ رہی ہیں"

وہ ہندو جو مسلمان عورتوں کی اسلام سے بغاوت کے راگ گاتے ہوئے پھولے نہیں سماتے۔ مندرجہ بالا بیان کو پیش نظر رکھ کر اپنے گھروں کی طرف نگاہ کریں۔

ضابطہ مردم شماری کی ایک ضروری ہدایت

مردم شماری کے اپریل کوڈ بابت ۱۹۳۱ء کے ساتویں باب کی ساتویں دفعہ کے فقرہ ۱۴ میں شمار کنندگان کے متعلق ضمنی ہدایات کے سلسلہ میں حسب ذیل الفاظ درج ہیں:۔

"ہر ایک شخص کا وہ بیان جو وہ اپنے مذہب کے متعلق دے تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اور خانہ نمبر ۴ میں اسی کے مطابق اندراج کرنا چاہیئے۔ لیکن اس بات کا ضرور خیال رہے۔ کہ جینی اور سکھ صاحبان کو ہندو درج نہ کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے تئیں جینی یا سکھ بتائے۔ تو اُسے جینی یا سکھ ہی درج کیا جائے۔ خواہ وہ اپنے تئیں ہندو ہی کیوں نہ لکھوانا چاہے۔ بعض جینی صاحبان اپنے آپ کو ہندو خیال کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے جینی حضرات ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے تئیں ہندو نہیں کہلوانا چاہتے۔ حکام مردم شماری کا اصل مدعا تو یہ ہے۔ کہ جینی صاحبان کی صحیح تعداد معلوم ہو جائے۔ لیکن اگر ان میں سے بعض کو ہندو درج کر لیا جائے۔ تو ان کی اپنی درست تعداد کا کبھی بھی پتہ نہیں چل سکتا۔ بعینہٖ یہی طرز عمل برہمو سماجی۔ آریہ سماجی۔ اور دیو سماجی صاحبان کے متعلق بھی اختیار کرنا لازمی ہے"

جو لوگ ہندو نہیں کہلانا چاہتے۔ اور اپنا الگ نام رکھتے ہیں۔ ان کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہدایت ہے۔ لیکن ہندو جن کے سروں پر اپنی تعداد کو زیادہ سے زیادہ دکھانے کا جن سوار ہے۔ یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ شمار کنندگان اس ہدایت کی پابندی نہ کریں۔ اور سب کو بلا امتیاز مذہب وملت ہندو لکھ دیں۔ اس کے لئے وہ مختلف مذاہب کے بعض لوگوں کو رعب میں لا کر یا لالچ دے کر ان سے یہ کہلا سکتے ہیں۔ کہ وہ ہندو ہیں۔ اور اس طرح ان کی اقوام کے مفاد کے خلاف استعمال کر کے ان اقوام کو نقصان پہونچا سکتے ہیں۔ اس لئے ضابطہ مردم شماری میں یہ ہدایت دے دی گئی ہے۔ کہ جو جینی یا سکھ کہلا کر اپنے آپ کو ہندو لکھانا چاہے۔ اسے ہندو نہ لکھا جائے۔ اس ہدایت کے ذریعہ نہ صرف ان اقوام کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کی صحیح تعداد معلوم کرنے میں جو رکاوٹ پیدا ہو سکتی تھی۔ اسے بھی دور کر دیا گیا ہے۔ مردم شماری کی نگرانی کرنے والے مسلمانوں کو اس بات کا بھی اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی شمار کنندہ اس ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو ہندو نہیں ہیں۔ ہندوؤں میں شامل نہ کر دے۔

اچھوتوں کی انسانی ہمدردی کی تحقیر

اچھوت اقوام سے ہندوؤں کو جس قدر نفرت وحقارت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حال میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں چکھنو میں ایک اونچی ذات کے ہندو کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اس پر انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر بہت سے اچھوت آگ بجھانے کے لئے دوڑے گئے۔ لیکن ہندو دھنے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اچھوتوں کے ناپاک ہاتھ اس کے مکان کو لگی ہوئی آگ بجھائیں۔ اس کی بجائے اس نے یہ پسند کیا۔ کہ اس کا مکان جل کر راکھ ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پانچ چھ مکان اور کچھ مویشی جل کر خاک ہو گئے۔

جن لوگوں میں اچھوت اقوام سے نفرت وحقارت اس قدر بڑھی ہوئی ہو کہ انہیں کوئی فائدہ پہنچانا۔ یا ان سے انسانیت کا سلوک کرنا تو الگ رہا ان کے ذریعہ اپنے مال و اموال کو تباہی سے بچانا بھی گوارا نہ ہو۔ انہیں..... مردم شماری میں اچھوت اقوام کو ہندو لکھانے کے لئے کوشش کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ اور خود اچھوت اقوام کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ جو لوگ ان کی انسانی ہمدردی اور خدمت گذاری سے اس قدر نفرت رکھتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کس طرح کر سکتے ہیں۔

سالانہ جلسہ کے متعلق ایک ضروری بات
شفقت علیٰ خلق اللہ کی تلقین

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۵ دسمبر ۱۹۳۰ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں جلسہ سالانہ کے متعلق دوستوں کو پہلے خطبہ جمعہ میں توجہ دلا چکا ہوں۔

ایک بات

رہ گئی تھی۔ وہ آج بیان کرتا ہوں۔ قادیان سے باہر کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ حسب معمول دوسرے دوستوں کو تحریک کرکے جلسہ سالانہ میں لائیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہر سال جلسہ پر

۶۔۷ سو آدمی

داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ موقع اسی طرح حاصل ہوتا ہے۔ کہ جماعت کے احباب انہیں اپنے ساتھ جلسہ میں لاتے ہیں۔ اس لئے جتنی تعداد زیادہ ایسے لوگوں کی جلسہ پر آئیگی۔ اتنی ہی زیادہ تعداد بیعت کرنے والوں کی ہوگی۔

اس کے بعد میں احباب کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

اسلام کے اہم اصول میں سے ایک اصل

شفقت علیٰ خلق اللہ ہے یعنے اللہ تعالےٰ کے بندوں سے محبت اور شفقت کا سلوک کرنا۔ محبت کے سلوک میں کوئی شرط نہیں۔ آدمی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔

انسانی فطرت

ایسی ہے۔ کہ خواہ کوئی شخص بڑا ہو۔ یا چھوٹا شفقت اور محبت کا پیاسا ہوتا ہے۔

بڑائی یا چھوٹائی

مال کے ساتھ عام طور پر دنیا میں تعلق رکھتی ہے۔ یا حکومت سے متعلق سمجھی جاتی ہے۔ دینی طور پر علم اور دین سے متعلق سمجھی جاتی ہے۔ جس چیز میں کسی انسان کو زیادتی حاصل ہو۔ اس میں وہ بڑا خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس میں کمی ہو۔ اس میں چھوٹا۔ مگر کسی انسان کو خدا تعالےٰ نے ایسا نہیں بنایا۔ کہ وہ صرف مال سے زندہ رہ سکے۔ نہ کسی انسان کو ایسا بنایا ہے۔ جو صرف حکومت سے زندگی بسر کر سکے۔ یا صرف علم اور دین کی وجہ سے دوسروں کی امداد کا محتاج نہ رہے۔ بلکہ

بیسیوں چیزیں

ایسی بنائی ہیں۔ کہ انسان ان کا محتاج ہے۔ اقسام کے لحاظ سے بھی اَن گنت ہیں۔ اور اعداد کے لحاظ سے تو ان کی گنتی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ درحقیقت خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے

لاتعداد احتیاجیں

پیدا کی ہیں۔ جن کی غرض یہی ہے۔ کہ بندہ کو ہر وقت خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور ان کا مقصد یہ بتانا ہے۔ کہ کسی انسان کی ضرورتیں پورے طور پر کوئی بندہ پورا نہیں کر سکتا۔

ایک شخص بیمار ہوتا ہے

گھر کے تمام لوگ اس کی تیمارداری میں مصروف ہوتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ وہ ایسا بیمار ہوتا ہے۔ کہ

ایک ساعت کی غفلت

بھی اسے سخت تکلیف میں مبتلاء کر دیتی ہے۔ دنیا میں کونسا انسان ایسا ہو سکتا ہے۔ جس پر ایک ساعت کی غفلت بھی نہ آتی ہو۔ اگر کسی کے بیوی بچے سارا دن اور رات اس کی تیمارداری کرتے ہوئے جاگتے رہیں۔ تو ایسا ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا رہتا ہے۔ کہ ۱۸ یا بیس گھنٹے جاگنے کے بعد اونگھ آنے لگتی ہے۔ اور غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ اسی وقت اگر درد ہو رہا ہو۔ تو اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر پیچش کی تکلیف ہو۔ تو اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر بخار ہو۔ تو اس کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ گویا عین اس وقت جب بیمار کی ضرورتیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس کے

تیمارداروں کی تھکاوٹ

زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی چست و چالاک آدمی بھی ہوتا ہے۔ اور بیمار کی مدد کرنے کے لئے بالکل طیار رہتا ہے۔ تو بھی باوجود اس کے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ وقت پر مدد نہیں کر سکتا۔ اس وقت مجھے

ایک مثال

یاد آگئی۔ کچھ عرصہ ہؤا۔ یو پی کا گورنر باوجود اس عزت و اعزاز کے جو ایک صوبہ کے گورنر کو حاصل ہوتا ہے۔ امداد حاصل نہ کر سکا۔ وہ بیمار ہؤا۔ اسے دل کا ضعف ہؤا۔ اور وہ چلتے چلتے گر ا۔ ڈاکٹر ساتھ تھا۔ اور ہر طرح کی امداد کرنے کے لئے طیار تھا۔ وہ دوڑا۔ تا کہ پچکاری کرنے کا سامان لائے۔ لیکن اس کے آتے آتے گورنر کی جان نکل گئی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب مدد دینے والا آدمی بھی موجود ہو۔ سامان بھی موجود ہو۔ تو بھی انسان ہر چیز کو جس سے مدد مل سکتی ہے۔ فوراً نہیں پکڑ سکتا۔ وہ ڈاکٹر بہت ہوشیار آدمی تھا۔ اور اتفاق ایسا ہؤا۔ کہ وہ احمدی تھا۔ اس نے اپنا سارا زور لگایا۔ کہ جہاں وہ چیزیں پڑی ہیں۔ جن سے مدد مل سکتی ہے۔ ان تک پہنچے۔ اور انہیں لائے۔ مگر باوجود اس کے کہ انتہائی کوشش کی گئی۔ وہ نہ لا سکا۔ اور گورنر فوت ہو گیا۔ ایسے وقت میں سوائے خدا تعالےٰ کے کونسا انسان ہے۔ جو کسی کی مدد کر سکے۔

ساری دنیا کے سامان

بھی موجود ہوں۔ تو کام نہیں آسکتے۔

غرض اللہ تعالےٰ نے بندہ کو

ہر حالت میں

اپنا محتاج ثابت کرنے کے لئے ایسے سامان پیدا کئے ہیں اور ایک بڑے سے بڑے انسان کو باوجود اپنی بڑائی کے ایک متکبر سے متکبر انسان کو باوجود اپنی خود پسندی کے ایک بڑے سے بڑے منکر کو باوجود اپنے انکار اور کفر کے اقرار کرنا پڑتا ہے

کہ اس دنیا کے سارے ساز و سامان کے باوجود ایک اور چیز چاہیئے۔ جو میری ضرورت اور حاجت پوری کرے۔

پس دنیا میں صرف مال یا صرف حکومت یا صرف دین یا صرف علم کام نہیں آسکتا۔ بلکہ انسان بہت سی اور چیزوں کا بھی محتاج ہے۔ اور انہی میں سے ایک

محبّت اور شفقت

بھی ہے۔ ایک بادشاہ کے پاس حکومت اور دولت ہو۔ فرض کرو۔ اس کی بیوی یا بچوں کو اس سے محبت نہیں۔ اس محبت کے نہ ہونے کی وجہ سے اُسے اپنی حکومت آرام اور اپنی دولت تسلی نہیں بخش سکتی۔ باوجود بڑی سے بڑی حکومت رکھنے کے اور باوجود دولت کے خزانے بھرے ہونے کے وہ جہنم میں ہی پڑا ہوگا۔

پس ایک بادشاہ بھی شفقت اور محبت کا اسی طرح محتاج ہے۔ جس طرح

گلیوں میں پھرنے والا ایک فقیر

شفقت اور محبت کا محتاج ہے۔ کیونکہ شفقت اور محبت دولت کی قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ نہ حکومت اس کی قائم مقام ہوسکتی ہے

محبت اور شفقت کا میدان

بالکل علیحدہ ہے۔ اور جب تک وہ اپنی جگہ پر پوری نہ ہو۔ انسان آرام اور تسکین نہیں پاسکتا۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ

غریب اور کنگال

ہی شفقت کے محتاج ہوتے ہیں۔ درست بات یہ ہے۔ کہ سارے کے سارے ہی اسکے محتاج ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک کنگال اور فقیر شفقت کا محتاج ہے۔ اسی طرح ایک دولت مند اور امیر بھی اس کا محتاج ہے

فرق

اس طرح ہوتا ہے۔ کہ غریب اور کنگال کے لئے شفقت روپے کی صورت میں ہوتی ہے۔ مگر امیر کے لئے اور طرح ہوتی ہے۔

ایک بادشاہ کے لئے

تو شفقت یہ ہوگی۔ کہ اس کی خاطر قربانی کی جائے۔ لیکن

ایک غریب سے

شفقت یہ ہوگی۔ کہ اسے مالی امداد دی جائے۔ ایک بیمار سے شفقت اسکی خدمت کے رنگ میں ہوگی۔ لیکن ایک پیار سے محروم انسان کے لئے شفقت اور محبت کا رنگ الگ ہوگا۔

ماں باپ سے جدا بچے کے لئے

شفقت کا رنگ کیا ہے۔ اسے پیسہ یا کھلونا دینا نہیں۔ بلکہ اس سے پیار کرنا ہوگا۔ ایک شخص امیر الامراء ہو۔ اربوں روپیہ اسکے پاس ہو۔ وہ بھی موت سے بچا ہوا نہیں۔ اگر اس کی بیوی مر جائے اور دو سال کا بچہ پیچھے رہ جائے۔ تو اربوں روپیہ بھی اس بچے کی تسلی کا باعث نہ ہوسکیگا۔ بلکہ اگر ایک چوہڑی بھی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیریگی۔ تو اسے رب سے بہتر سمجھے گا۔ کیونکہ اس کیلئے شفقت اور محبت کا ذریعہ پیار ہے۔ غرض ہر جگہ

شفقت اور محبت کا رنگ

الگ ہوتا ہے۔ اور گو حقیقت یہی ہے۔ کہ امیر اور غریب دونوں ہی اس کے متعلق یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ہی شفقت اور محبت کے یکساں محتاج ہیں۔ لیکن انسان کے اندر جو

احساس کی طاقت

ہے۔ وہ ایک ہی چیز کو گراں یا سبک۔ بھاری یا ہلکا کر دیتی ہے مائیں اپنے بچوں کو جھڑکتی ہیں۔ مگر بچوں کے خیال میں بھی نہیں آتا۔ کہ

ماں کی جھڑکی

کوئی تکلیف دہ چیز ہے۔ بعض اوقات وہ جھڑکی پر ہنس کر بھاگ جاتے ہیں۔ اگر ماں مارتی ہے۔ تو اسے محبت سے چمٹ جاتے ہیں۔ اگر کسی حرکت پر ڈانٹتی ہے۔ تو بچہ کہتا ہے۔ میں اسی طرح کروں گا۔ لیکن

ایک یتیم

جس کے ماں باپ نہیں ہوتے۔ اس سے اگر آدھا معاملہ بھی اس طرح کا کیا جائے۔ تو وہیں مُنہ بسورنے لگ جاتا ہے۔ اور ہمت ہار دیتا ہے۔ کیونکہ حالانکہ اس کے ساتھ کم معاملہ ہُوا۔ اس وجہ سے کہ اس کے

احساسات بہت تیز

ہو چکے ہوتے ہیں۔ اسے خیال آتا ہے۔ چونکہ میرے ماں باپ نہیں۔ اسلئے مجھ سے سختی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے وہ معاملہ جو بچوں سے روزانہ ماں باپ کرتے ہیں۔ وہی اگر یتیم سے کیا جائے تو سمجھتا ہے کہ اس سے سختی کی گئی ہے۔

غرض یتیم سے معاملہ اگر ایک ماں باپ والے بچوں سے کم درجہ کا بھی کیا جائے۔ تو بھی اسے دُگنا احساس ہوگا۔

یہی حال اور یہی فرق

امیر اور غریب میں ماتحت اور افسر میں نظر آتا ہے۔ وہی معاملہ جب ایک امیر سے کیا جائے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ ایسا ہُوا ہی کرتا ہے۔ لیکن جب غریب سے ہو۔ تو اسے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔

غریب ہونے کی وجہ سے

مجھ سے ایسا معاملہ کیا گیا۔ اسی طرح وہی معاملہ اگر ایک افسر سے کیا جائے۔ تو وہ اسے معمولی سمجھتا ہے۔ لیکن اگر ماتحت سے ہو۔ تو وہ بُرے محسوس کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ماتحت جو ہُوا۔ جو جی چاہے کر لیا جائے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ ان کے احساسات بہت تیز ہوتے ہیں۔ پس جہاں ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے۔ کہ عدل اور انصاف شفقت اور محبت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرے۔ وہاں خدا تعالےٰ نے یہ بھی ضروری رکھا ہے۔ کہ

دوسروں کے احساسات کا خیال

بھی رکھا جائے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو ظاہری طور پر ہی حسن سلوک نہیں کرنا چاہئیے۔ بلکہ دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنا بھی اس کا فرض ہے۔ چنانچہ

قلوب کے احساسات

کے خیال کا اس طرح پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے قلبی کیفیات کو ایمان کے لحاظ سے بھی اور کفر کے لحاظ سے بھی ظاہری کیفیات پر ترجیح دی ہے۔ یعنی ظاہری انکار پر دل کے انکار کو مقدم رکھا ہے۔ اور ظاہری نماز پر دل کی نماز کو مقدم رکھا ہے۔ قرآن کریم بتاتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بعض لوگ آکر کہتے۔ تو

خدا کا رسول ؐ

ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ تو خدا کا رسول ؐ ہے۔ مگر یہ کہنے والے منافق ہیں۔ یہ نہیں مانتے۔ کہ تو خدا کا رسول ہے۔ دیکھو وہ منہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونیکا اقرار کرتے مگر خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ چونکہ یہ دل سے نہیں کہتے۔ اس لئے نہیں مانتے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ

ایمان قلب کے اقرار کا نام ہے

اگر زبانی اقرار کا نام ایمان ہوتا۔ تو انکے اقرار کو اس طرح حقارت سے نہ ٹھکرایا جاتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے۔ اگر

عملی اقرار

ہو۔ تو اسے تسلیم کیا جاسکیگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ اسلام نے ایسی عملی اقرار کو بھی ٹھکرا دیا ہے۔ جس کے ساتھ قلب کا اقرار نہ ہو۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ ایک شخص

ایک جنگ کے موقعہ پر

اس زور شور سے لڑ رہا تھا۔ کہ دیکھنے والے کہہ رہے تھے۔ بڑی قربانی اور جان نثاری کر رہا ہے۔ مسلمان بے اختیار ہو ہو کر کہتے۔ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے۔ آج کا دن اسی کا دن ہے۔ اسی اثناء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اُنگلی اُٹھائی اور فرمایا۔ اگر کسی نے

دُنیا میں چلتا پھرتا دوزخی

دیکھنا ہو۔ تو اسے دیکھ لے۔ صحابہ رضؓ کہتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانات دیکھکر نہایت پختہ ایمان تھا۔ مگر یہ فقرہ سُنکر ہم بھونچکا سے ہو گئے۔ کہ ایک ایسا شخص جس نے آج اس قدر اسلام کی خدمت کی ہے۔ اس کی نسبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں چلتا پھرتا دوزخی دیکھنا ہو۔ تو اسے دیکھ لو۔ یہ کیا بات ہے۔

ایک صحابی کہتے ہیں

بعض لوگوں میں میں نے یہ چرچا سُنا۔ تو میں نے تہیہ کیا۔ کہ میں اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑونگا جب تک رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی صداقت ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ کہکر وُہ اُس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ آخر لڑائی میں وُہ شخص زخمی ہوا۔ اور زخموں کی تکلیف سے اس نے چلانا شروع کیا۔ لوگ اسے تسلی دیتے۔ اور کہتے۔ کیوں گھبراتے ہو۔ آج تم نے خدا کا بڑا فضل حاصل کیا۔ یہ تکلیف تو تھوڑی دیر کی ہے۔ تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ وُہ کہتا۔ مجھے جنت کی بشارت نہ دو۔ کیونکہ میں نے اسلام کی خاطر ان لوگوں سے جنگ نہیں کی۔ بلکہ ان سے میری دُشمنی تھی۔ اس لئے میں ان کے خلاف لڑا۔ آخر جب وُہ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ تو اپنی تلوار رکھکر اس پر گرا۔ اور خودکشی کرلی۔ اور اسلام کے نزدیک خودکشی کرنے والا جہنمی ہوتا ہے۔ تب اس صحابی نے کہا۔ کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ہوگئی۔ اب دیکھو اس شخص نے

ظاہری طور پر بڑی خدمت

کی۔ لیکن چونکہ اس کے دل میں ایمان نہ تھا۔ اس لئے یہ خدمت اسے جہنم میں لے گئی۔ وُہ صحابی کہتے ہیں۔ اس شخص کا انجام دیکھکر میں دوڑا دوڑا رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ معلوم ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس وقت یہ انتظار تھا۔ کہ جو بات میں نے کہی ہے۔ اس کی تصدیق ہونے والی ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انی رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں خُدا کا رسُول ہوں۔ غرض

قلب کی حالت

زبان کے اقرار یا اعمال پر مقدم ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ یہ تو ایمان کے متعلق ہے۔ اب کفر کے متعلق دیکھتے ہیں۔ تو اس میں بھی قلب کی حالت کو زبان اور اعمال پر مقدم کیا گیا ہے۔

خدا تعالے فرماتا ہے۔ اگر کوئی مجبور ہو کر زبان سے کفر کا کلمہ کہدے۔ لیکن اُس کے دل میں ایمان ہو۔ تو ہم اُسے معاف کردیتے ہیں۔ دیکھو ایسے شخص کے ظاہری جسم نے کفر کیا۔ مگر اس کے دل نے کفر نہ کیا۔ خدا تعالے نے اُسے گناہ تو قرار دیا۔ مگر فرمایا۔ اُسے ہم توبہ سے دھو ڈالتے ہیں۔ تو کفر کی حالت میں بھی اور ایمان کی حالت میں بھی قلب کی حالت مقدم سمجھی جاتی ہے۔ پس جب خُدا تعالے نے دل کے احساسات کو کفر میں بھی مقدم رکھا ہے۔ اور ایمان میں بھی۔ تو کیوں سلوک میں انہیں ہم مقدم نہ رکھیں۔ جب جسم اور زبان سے جو کہ ادنیٰ ہیں۔ خدا تعالے نے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو جوان سے اعلےٰ ہے۔ یعنی دل اس سے کیوں اچھا سلوک نہ کیا جائے۔

پس میں جماعت کے دوستوں سے خصوصاً ان سے جن کے ذمہ

سلسلہ کے کام

ہیں۔ کہتا ہوں۔ کہ لوگوں کے قلوب کے احساسات کا خیال رکھیں۔

محض دیانتداری سے کام کرنا

اور لوگوں کے قلوب کی پرواہ نہ کرنا۔ خدا تعالےٰ کے حضور بری نہیں قرار دے سکتا۔ ہم کیسی ہی دیانتداری سے کام کریں۔ پھر بھی خدا تعالےٰ لوگوں کے قلوب کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق ہمیں پوچھیگا۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ جُرم کم ہوگا۔ مگر اس میں بھی شُبہ نہیں۔ کہ لوگوں کے احساسات کا خیال نہ رکھنے کے متعلق ضرور پُوچھا جائیگا۔ میں نے بتایا ہے۔ جو ماتحت ہوتے یا غریب ہوتے ہیں۔ یا

جو اپنے آپ کو غریب سمجھتے ہیں

میں نے دیکھا ہے۔ کئی ایسے لوگ جو اپنے آپ کو غریب کہتے۔ اور اپنے مقابلہ میں دُوسرے کو امیر قرار دیتے ہیں۔ وُہ اس سے مالی حالت میں بہتر ہوتے ہیں۔ مگر وُہ کہتے ہیں۔ کہ ہم غریب ہیں۔ تو بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ وُہ غریب ہیں۔ اگرچہ وُہ غریب نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ اپنے آپ کو غریب سمجھتے ہیں۔ اس لئے اُن کے احساسات کی حالت غریبوں کی سی ہی ہوتی ہے۔ اُن سے معاملہ کرتے وقت بھی

رفق اور نرمی کا برتاؤ

کرنا چاہئے۔ شفقت اور محبت سے پیش آنا چاہئے۔ اور کبھی کسی کو خیال نہ کرنا چاہئے۔ کہ میں افسر ہوں۔

افسری اسلام میں نہیں

افسری نام ہے خدمت کا۔ بے شک جس شخص کے ذمہ کسی کام کی ذمہ داری ہو۔ اُس کا فرض ہے۔ کہ اس کام کو بہتر صورت میں کرنے کا خیال رکھے۔ اور اپنے اس فرض کو ہر بات میں مقدم کرے۔ اگر اس میں کوئی روک ڈالتا ہے۔ تو اسے دُور کرے۔ یا اگر کسی سے معاملہ کرنے میں دقت کا حرج ہوتا ہے۔ تو اس سے علیحدگی اختیار کرلے۔ لیکن

بغیر دین کے کام کو نقصان پہونچائے

لوگوں کے دلوں کے احساسات کا خیال رکھنا۔ اور ان کے دلوں کو ٹوٹنے سے بچانا۔ اُس کا ایسا ہی فرض ہے۔ جیسا کہ بھوکے کو روٹی کھلانا۔ ہاں اگر کام میں روک پڑتی ہو۔ یا حرج واقع ہوتا ہو۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ نرمی سے اور محبت سے اس پر ظاہر کردے۔ کہ وُہ اُس کا کام نہیں کرسکتا۔ یا اُس کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ یا اس کے رویہ میں اصلاح کی ضرورت سمجھتا ہے۔

اسلام نے مساوات پیدا کی ہے

اور جب تک ہمارے اپنے گھروں میں مساوات پیدا نہ ہو۔ ہم دوسرے لوگوں میں کس طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ اسلام میں جو مساوات رکھی گئی ہے۔ اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ کوئی ایسا رنگ نہ پایا جائے۔ جو افسری اور ماتحتی۔ امیری اور غریبی کے احساسات پیدا کرتا ہے۔ جو کام کسی کے ذمہ لگایا جائے۔ اس کا کرنا اس پر فرض ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں حرج واقع ہونے کے خیال سے بعض دفعہ کسی بات سے انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔ مگر اس میں سختی نہیں ہونی چاہئے۔ میں

اپنے متعلق

ہی خیال کرتا ہوں۔ اور اسی سے اندازہ لگا سکتا ہوں۔ کہ کام کرنے والوں کو کیا حالات پیش آتے ہیں۔ جتنے آدمی روزانہ مجھسے پرائیویٹ طور پر ملنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اگر میں ان سب سے ملوں۔ تو ایک منٹ بھی کوئی اور کام نہ کرسکوں۔ اب میں دس میں سے دو سے ساتھ ملتا ہوں۔ کیونکہ اگر سب کے ساتھ آتنی دیر ملوں۔ جتنی دیر وہ چاہتے ہیں۔ تو نہ میں ڈاک دیکھ سکوں۔ نہ عبادت کرسکوں۔ نہ سلسلہ کے کاموں کی نگرانی کے لئے وقت نکال سکوں۔ نہ کوئی اور کام کرسکوں۔ ان کاموں کی وجہ سے دس میں سے آٹھ سے کسی نہ کسی بہانے سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ اس سے ایک حد تک انہیں تکلیف بھی ہوتی ہوگی۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر انہیں میری مصروفیت کی اطلاع دینے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جتنی

زیادہ سے زیادہ نرمی

اختیار کرسکتا ہو۔ اختیار کرے۔ انہیں بتائے۔ اور سمجھائے۔ کہ مجھے اور کام بھی ہیں۔ ان میں بھی مجھے وقت صرف کرنا ہوتا ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ کام کرنے والے احساسات کا اس طرح خیال رکھیں۔ کہ

اپنا اصل فرض

ہی بھول جائیں۔ اس طرح کا ہردلعزیز بھی کوئی کام نہیں کرسکتا۔ ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہ

ایک ہردلعزیز

تھا۔ جو دریا کے کنارے بیٹھا رہتا۔ اور جو لوگ اُسے دریا سے پار اُتارنے کے لئے کہتے۔ انہیں پار لے جاتا۔ ایک دفعہ وُہ ایک شخص کو اُٹھا کر پار لے جا رہا تھا۔ اور ابھی دریا کے نصف میں ہی گیا تھا۔ کہ ایک اور نے اُسے کہا۔ مجھے بہت ضروری کام ہے۔ مجھے جلدی لے جانا۔ اُس نے پہلے شخص کو اسی جگہ رکھا۔ اور دوسرے کو لینے کے لئے واپس آگیا۔ جب اُسے لے کر گیا۔ تو ایک تیسرے نے کہا۔ کہ مجھے بہت جلدی جانا ہے۔ مجھے لے جاؤ۔ دُوسرے کو بھی پانی میں رکھکر واپس آگیا۔ اور تیسرے کو لے چلا۔ اُن میں سے تیرنا کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ پانی کا جو ایک ریلا آیا۔ تو پہلے نے کہا۔ میاں ہردلعزیز مجھے بچانا۔ جسے اُس نے اُٹھایا ہوا تھا۔ اُسے پانی میں رکھکر پہلے کو بچانے کے لئے دوڑا۔ اس تک ابھی پہنچا نہ تھا۔ کہ تینوں ڈوب گئے۔ تو

احساسات کا لحاظ

رکھنے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انسان اپنے فرائض کو بھول جائے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ فرائض ادا کرتے ہوئے۔ جتنا خیال رکھ سکتا ہو۔ رکھے۔

اگر کسی بات کا انکار کرو

تو اس طرح نہیں۔ کہ تم افسر ہو۔ بلکہ اس طرح کہ بھائی ہو۔ تاکہ بڑا اور چھوٹا۔ امیر اور غریب۔ عالم اور جاہل کا احساس اس طرح مٹ جائے۔ کہ کسی کی زبان پر نہ آئے۔ کوئی ایک شخص ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اس وقت تک ایسا نہیں ہو سکتا۔ جب تک بڑے اور چھوٹے افسر اور ماتحت عالم اور جاہل نہ مل جائیں۔ ایک دانہ ایک شخص کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ تو لاکھوں کا کہاں بھر سکتا ہے۔ یہ کام ساری جماعت کے کرنے کا ہے۔ اور ساری جماعت کو ہی کرنا چاہئے۔ مگر وُہ

جنہیں دُنیا میں افسر کہا جاتا ہے

انہیں چاہئے۔ کہ نمونہ بنیں۔ تاکہ جو ماتحت کام کرنے والے ہیں۔ وُہ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ اور اس طرح جماعت سے بڑے اور چھوٹے۔ افسر اور ماتحت کا احساس مٹ جائے۔ بے شک

دلوں اور عادات کا بدلنا

بہت بڑی قربانی چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے نفس پر چھُری رکھنی پڑتی ہے۔ لیکن بتاؤ۔ کب تک اس نفس کو زندہ رہنے دو گے۔ جب تک تم

نفس کے گلے پر چھُری

نہیں رکھو گے۔ دُنیا کو فتح بھی نہیں کر سکو گے۔ ہم کہتے ہیں۔ ہم دُنیا میں

مساوات قائم کرنیکے لئے

کھڑے ہُوئے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے گھروں میں ہی مساوات قائم نہیں کر سکتے۔ تو دوسروں میں کیا کرینگے۔ بے شک اس میں

بہت مشکلات

ہیں۔ مگر وُہ مشکلات حل کرنے کے لئے ہی ہیں۔ اور جب تک کوئی قوم انہیں حل نہ کرے۔ کامیابی کس طرح حاصل کر سکتی ہے۔

بسا اوقات

ایک شخص حق پر ہوتا ہے۔ اور دوسرا ناحق پر۔ مگر جو ناحق پر ہوتا ہے۔ وُہ سمجھتا ہے۔ اس سے سختی کی جا رہی ہے۔ اس احساس کا دُور کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر مومن اسی لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ ایسی مشکلات کو دُور کریں۔ اور

نبی اسی لئے آتے ہیں

کہ مشکلات کے پہاڑوں کو ہٹائیں۔ تنکے کو تو ہر ایک ہٹا سکتا ہے۔ ان مشکلات پر غالب آنا بے شک

پہاڑ کا ہٹانا

ہے۔ مگر جب تک ہر ایک پہاڑ بنکر کھڑا نہ ہو جائے۔ کون اُسے دُور کر سکتا ہے۔ اگر تمہیں کامیاب ہونا ہے۔ تو ان پہاڑوں کو دُور کرنا ہوگا۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وُہ

احساسات میں تبدیلی

پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ خصوصیت سے اُن کو توجہ دلاتا ہوں۔ جو افسر کہلاتے ہیں۔ اور انہیں توجہ دلاتا ہوں۔ جو بڑے کہلاتے ہیں۔ پھر انہیں توجہ دلاتا ہوں۔ جو عالم کہلاتے ہیں۔ مگر یہ کہدینا چاہتا ہوں اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ وُہ اپنے فرائض چھوڑ دیں۔

فرائض منصبی کی ادائیگی

کے لئے اگر کسی کے احساسات کی قربانی کرنی پڑے۔ تو ضرور کر دیں۔ لیکن ان میں حرج نہ واقع ہوتے ہوئے جتنی نرمی دکھا سکیں۔ دکھائیں تاکہ یہ احساس مٹ جائے۔ کہ کوئی بڑا ہے۔ اور کوئی چھوٹا۔

حقیقی بڑائی

دوسروں سے خود ادب کرا لیتی ہے۔ بڑائی کی ظاہری شکل سے ادب حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کئی لوگ جو دین سے حقیقی تعلق نہیں رکھتے۔ بڑھ بڑھکر مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جو بڑے اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ چومتے ہیں۔ مگر ان کے ہاتھ چومنے پر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا انہوں نے ہاتھ کو نجاست لگا دی۔ اور ان کی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ گویا گالیاں دے رہے ہیں۔ تو ظاہری ادب کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر

دل میں ادب

ہے۔ تو وُہ زبان سے خود ادب کرا لیگا۔ اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ شیشے کی تصویر اصلی آدمی نہیں ہوتا۔ مگر یہ بھی کس طرح ممکن ہے۔ کہ شیشے کے سامنے آدمی کھڑا ہو۔ اور شیشہ میں اُس کی شکل نظر نہ آئے۔ اسی طرح گو

ظاہری ادب

حقیقی چیز نہیں۔ مگر یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ دل میں ادب ہو۔ اور ظاہر میں نہ ہو۔ پس حقیقی چیز

دلوں کی محبت

ہے۔ اگر یہ ہو۔ تو ظاہر آپ ہی درست ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے سکتے ہیں۔

کسی زمیندار سے

جسے بہت زیادہ کھانے کی عادت تھی۔ ایک شخص نے کہا۔ طبیبوں نے لکھا ہے۔ پیٹ کے تین ۳ حصے ہوتے ہیں۔ ایک روٹی کے لئے۔ ایک پانی کے لئے اور ایک سانس کے لئے۔ زمیندار نے کہا۔ ہم یہ نہیں مانتے۔ ہمارا تو یہ طریق ہے۔ کہ پیٹ بھر کے روٹی کھا لیتے ہیں۔ پانی اپنی جگہ خود نکال لیتا ہے۔ باقی رہا سانس۔ اس کے متعلق اس کا پنجابی کا محاورہ ہی لطف دے سکتا ہے۔ اُس نے کہا۔ ایہہ سہرا آئے آئے۔ نہ آئے نہ آئے اس دی کی لوڑ ہے۔ یعنی سانس آئے نہ آئے۔ اس کی کیا ضرورت ہے اگر روٹی نہ کھائی۔ تو پھر کیا کرنا ہے۔ حالانکہ سب سے مقدم سانس ہی ہوتا ہے۔ یہی حال ظاہری ادب کا ہے۔ وُہ آپ ہی آجاتا ہے۔ اصل چیز

دلوں پر قبضہ

کرنا ہے۔ اگر یہ کر لیں۔ تو ظاہر آپ ہی آپ درست ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اپنے قلوب اور نفوس کی اصلاح کر سکیں۔ جو ترقی کی جڑ ہے۔ ہم اپنے نفوس میں بھی اور اپنے بھائیوں کے نفوس میں بھی اپنے بڑوں کے نفوس میں بھی اور اپنے چھوٹوں کے نفوس میں بھی

جرائد سلسلہ احمدیہ

سن رائز

سن رائز کے خریداروں کی لسٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت کے اکثر گریجوایٹ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ بی ٹی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ عہدہ داران گورنمنٹ۔ اور دیگر انگریزی دان اور کالجوں کے سٹوڈنٹ اور پروفیسر ہماری جماعت احمدیہ کے ہیں۔ جو سن رائز نہیں خریدتے۔ معلوم ہوا ہے۔ ان پر سن رائز کی اہمیت ابھی واضح نہیں۔ اور جو مفید ملک اور ملت خدمات یہ بجا لا رہا ہے۔ اس کی طرف ان کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ تو اس کو ایسا ضروری پرچہ خیال فرماتے ہیں۔ کہ ہر جمعرات دفاتر کھلنے پر سب سے پہلے سن رائز کے متعلق دریافت فرماتے ہیں۔ کہ سن رائز چھپکر آ گیا ہے۔ یا نہیں۔ آجکل اس پرچہ سو روپے سے زائد ماہوار خرچ ہو رہا ہے۔ پس نہایت ضروری ہے۔ کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ بڑھائی جائے۔ خود بھی خریدار ہوں۔ اور دوسرے احباب کو بھی خریدار بنائیں۔ یہ پرچہ مسلمانوں کی پولیٹیکل رہنمائی کے لئے ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی کلچر کی فوقیت ثابت کی جاتی ہے۔ میں اپنے انگریزی دان احباب سے درخواست کرونگا۔ کہ وُہ نمونہ دیکھکر ہمارے قول کی تصدیق کر لیں۔ اور پھر اسے اپنے حلقہ اثر میں پھیلائیں۔ پانچ روپے سالانہ قیمت ہے۔ ۲۸ پونڈ کا سفید ڈیمی کا غذ لگایا جاتا ہے۔ $\frac{20 \times 30}{4}$ تقطیع کے ۱۲ صفحوں پر ایک ادیب فاضل ایم۔ اے کی ادارت میں شایع ہوتا ہے۔ جو برسوں لنڈن و برلن میں اسلامی مشنری کی خدمات بجا لاتا رہا ہے۔

ریویو آف ریلیجنز اردو

ماہ دسمبر کے رسالہ میں الحجۃ البیضاء فی المعراج والاسراء ایک بسیط عالمانہ مضمون ۶۰ صفحے پر ختم ہوا ہے۔ معراج کے متعلق تمام دیوبندی۔ اہلحدیث و الفقیہ کی تحریرات کا جواب ہے۔ اور احمدی عقائد کے مطابق معراج کی صحیح کیفیت کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ جو صاحب اس رسالہ کے خریدار ہیں یا اب دسمبر سے بن جائیں۔ وُہ تو اسے مفت حاصل کرینگے۔ باقی سب دوست ۶/ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لیں۔ اس رسالہ کا چندہ سالانہ تین روپے ہے۔ اور نہایت پابندی وقت کے ساتھ شایع کیا جاتا ہے۔

ریویو آف ریلیجنز انگریزی

یہ رسالہ لنڈن سے شایع ہوتا ہے۔ اور ممالک مغربیہ میں دعوۃ و تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے ہر ذی استطاعت احمدی کا فرض ہے۔ کہ وُہ اسے خریدے۔ یا اس کی سالانہ قیمت سات روپے دے کر یورپ کی کسی لائبریری کے نام مفت جاری کرائے۔ تا اس کی طرف سے فریضہ تبلیغ ادا ہوتا رہے۔ طلباء کے لئے نصف قیمت ہے یعنی ۳/۸ ۔ (مینیجر)

مصباح

خواتین کے پندرہ روزہ اخبار کی چوتھی جلد ۱۵ر دسمبر کو ختم ہو چکی ہے۔ اب ۱۵ر دسمبر سے نئی جلد شروع ہو رہی ہے۔ سب احباب اپنے اپنے گھروں میں تحریک فرمائیں۔ کہ نئی جلد سے اس کی خریداری شروع کردیں۔ یہ اخبار خواتین میں علمی و مذہبی ذوق پیدا کر رہا ہے۔ اور ۲۰ صفحے پر شایع ہوتا ہے۔ قیمت ۳ روپے سالانہ۔

الفضل

الفضل تو آپ کے سامنے ہے۔ ہفتہ میں تین بار شایع ہوتا ہے۔ اس کی ملکی و ملی خدمات کا اندازہ آپ نمونہ کا پرچہ دیکھ کر لگا سکتے ہیں۔ حضرت امام کے خطبات و تقریریں باقاعدہ شایع کرتا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ حالات و واقعات پر مسلمان بھائیوں کی صحیح رہنمائی کی جاتی ہے۔ اور اسلام و احمدیت کی تائید اور امور باطلہ کی تردید میں تہذیب و متانت سے علمی مباحث چھاپے جاتے ہیں۔ قیمت سالانہ دس روپے۔ ہر احمدی کی روحانی حیات اس کے مطالعہ سے وابستہ ہے۔

ایک ضروری اطلاع

رسالہ تائید اسلام اچھرہ لاہور جلد ۲ نمبر ۲ میں بعنوان "ناروال میں مرزائیوں سے مناظرہ" جو روئداد شایع کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے:-

"یہ مناظرہ ۵-۷-۸ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو مابین جماعت المسلمین و المرزائین مقرر ہوا تھا" اور اس کے نتیجہ کے متعلق لکھا ہے "تمام بحث کے نتیجہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں۔ جو مرزائی صاحبان کے گھر کی ڈبل شہادت ہے۔ وہ یہ کہ جس جگہ ناروال میں جناب چودہری عبد اللہ خان صاحب رجسٹرار احمدی ہیں۔ انہوں نے مجھے بعد از اختتام مناظرہ کہا۔ کہ ہمارے مولوی صاحب اپنے دلائل دفات مسیح بیان کرنے میں بہت کمزور تھے۔ نہ اپنے دلائل کما حقہ بیان کر سکتے تھے۔ نہ دلائل حیات مسیح کا کافی و شافی جواب دے سکتے تھے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ واقعی انہوں نے یہ واقعہ میرے پاس بیان کیا۔ اگر میں جھوٹ بولوں۔ تو خدا مجھے اس کا بدلہ دے۔ اس شہادت کے ہوتے ہوئے کسی ثالث کی ضرورت نہیں۔"

مذکورہ بالا روئداد سراسر غلط ہے۔ ۵-۷-۸ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہماری جماعت کا کوئی مناظرہ نہیں ہوا۔ ہاں ایک مناظرہ ۵-۸ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو ہوا تھا۔ جو غرضہ ایلمحدیث کے ساتھ قرار پایا تھا۔ غالباً یہ روئداد اسی مناظرہ کے متعلق ہے۔ اس میں جو میری نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ کہ میں نے مباحثہ کو ختم کے اختتام پر کہا۔ کہ ہمارے مولوی صاحب کے دلائل کمزور تھے۔ وغیرہ۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے جس دن وفات مسیح پر مناظرہ ہوا۔ میں مناظرہ مذکور میں موجود ہی نہیں تھا۔ البتہ ۸ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو جو مناظرہ مولوی عبد الرحیم صاحب اہلحدیث کا مولوی خیر الدین صاحب احمدی کے ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر ہوا۔ اس میں موجود تھا۔ جس میں مولوی خیر الدین صاحب کے دلائل بہت زبردست تھے۔ اور یہ مناظرہ کامیابی سے سرانجام ہوا۔ (خاکسار عبد اللہ خان سب رجسٹرار احمدی ناروال)

پیغام صلح میں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کی تحقیر

غیر مبایعین کی شرافت و تہذیب کے چند نمونے

جب سے پیغام صلح کا قلمدان ادارت دو یارقی صاحب کے سپرد ہوا ہے۔ اس کا مذاق اس قدر بگڑ گیا ہے۔ کہ کوئی شریف انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ جس شریف انسان کو وہ فقرے سنائے جائیں۔ جو آجکل ایڈیٹر پیغام یا دیگر نامہ نگاران پیغام کی طرف سے ہمارے خلاف نکل رہے ہیں۔ وہ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کی اخلاقی حالت پر سخت افسوس کرتا ہے۔ ان کو ہم سے اختلاف ہے۔ وہ ہمارے معتقدات کو قبول نہیں کرتے۔ مگر وہ اپنی سچائی کا ثبوت پیش کریں۔ اور معقولیت سے متانت سے جس قدر ایڑی چوٹی کا زور لگا سکتے ہیں۔ لگائیں۔ یہ ان کا حق ہے۔ اور اس سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن تہذیب و شرافت کو خیر باد کہکر گندے سے گندے فقرے لکھنا۔ اور برے سے برے الفاظ کہنا کہاں کی انسانیت ہے۔ مگر کئی ماہ سے متواتر اور مسلسل اس جرم کا ارتکاب پیغام صلح کے ایڈیٹر و نامہ نگار کر رہے ہیں۔ اور ان کے "حضرت امیر" مزے لے لے کر پیغام کا مطالعہ کرتے ہیں۔

میں صرف ایک پرچے کے بعض اقتباسات درج ذیل کرتا ہوا پوچھتا ہوں۔ کہ یہ فقرے پرلے درجے کی بد تہذیبی بلکہ در پردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض عبارتوں سے سراسر ہنسی اور مذاق کا ثبوت نہیں ہیں۔ لکھا ہے:-

(۱) "ہمیں اوائل میں قادیانیوں کے ٹیمی مرغ ہونے میں کچھ شبہ سا ہونے لگا تھا۔ اب بارش کی طرح کثرت شہادت نے ہمیں اس پر قائم نہ رہنے دیا۔"

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کی نقل کرتے ہوئے ان کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ کہ

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔"

(۲) "مردوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے۔ اور وہ ہیں صرف مرد منطقی۔ مگر ہماری بیان کردہ اس تیسری قسم سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ ہم علم منطق جاننے والے کو مرد منطقی کا خطاب دیتے ہیں۔ بلکہ ہماری مراد اس سے یہ ہے۔ کہ وہ مرد جن کو بلحاظ کثرت نطق و جریان لسان مرد کا نام یا خطاب دیا جاتا ہے۔ وہ صرف مرد منطقی ہیں۔ اور اس نعمت خداداد کے پانے کے لئے ہمارے قادیانی بزرگ "ہی مخصوص" کئے گئے ہیں۔ اور ان سے پیشتر "یہ کثیر حصہ نعمت" ۰۰ ۱۳سال اوپر سے لیکر آج تک کسی کو میسر نہیں آیا۔"

ان سطور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ پر تمسخر اڑایا گیا ہے۔

"اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء و ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔"

(۳) "ان لوگوں کے اس جریان زبان اور مسلسل قول کو دیکھکر ہم نے ان کو صرف مرد منطقی کا خطاب دیا ہے۔"

(۴) اس کے بعد احمدی مناظر "حضرت صاحب کی تحریرات پر ایسے بدحواس ہو کر چھوٹے کہ بس چھوٹتے ہی چھوٹے۔ انہوں نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ کہ مولوی عصمت اللہ صاحب کیا پوچھ رہے ہیں۔ اور میں کس طرف سرپٹ دوڑ رہا ہوں۔"

(۵) "بھلا ایسے بگٹٹ مناظر کے پیچھے ہم کہاں تک جاتے۔"

ہمچو قسم بلکہ اس سے بھی زیادہ بیہودہ الفاظ و محاورات پیغام صلح کے اوراق کی زیب و زینت کا باعث سمجھے جاتے ہیں۔ اے اہل پیغام! بالخصوص اے وہ لوگو! جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدیم تعلق اور صحابیت کا دعوےٰ ہے۔ ان الفاظ کو پڑھو۔ اور دل سے فتوےٰ لو۔ کہ کیا یہی تہذیب ہے جس کا آپ لوگوں کو دعوےٰ ہے۔ کیا یہ الفاظ در پردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ بعض فقرات پر چوٹ کرتے ہوئے نہیں کہے گئے۔ اور کیا یہ صریح ثبوت اس امر کا نہیں۔ کہ دو یارقی صاحب غیر مبایعین کی ساری "دویا" کی "ارقی" نکال چکے ہیں۔

(خاکسار غلام احمد مجاہد)

جلسہ پر آنیوالے اصحاب کے لئے ضروری اطلاع

تمام دوستوں کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۳۰ء بروز جمعہ سرکاری تعطیل ہے۔ اس لئے ویک اینڈ ٹکٹ (ہفتہ واری واپسی ٹکٹ) ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۰ء سے شروع ہو جائینگے۔ اور آخری دن بجائے منگل کے بدھ رات کے بارہ بجے ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۰ء ہوگا۔ لہذا دوست اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ جو دوست بہت دور کے ہیں۔ وہ چونکہ ویک اینڈ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس لئے کرسمس واپسی ٹکٹ سے فائدہ اٹھائیں۔ ہاں جو دوست آٹھ دن کے اندر واپس جا سکتے ہوں۔ وہ ویک اینڈ ٹکٹ خریدیں۔ اور ریل کے وقت سے کافی پہلے پہونچیں۔ تاکہ عملہ ریلوے کو ٹکٹ بنانے میں سہولت ہو۔ اس پر بھی اگر کسی دوست کو واپسی ٹکٹ یا قادیان کا ٹکٹ نہ ملے۔ تو وہ ہمیں اطلاع دے۔ تاکہ ہم افسران بالا سے خط و کتابت کر سکیں۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

وصیتیں

نمبر ۳۲۹۶:۔ میں میاں خاں ہیڈ ماسٹر ولد احمد دین قوم شیخ تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن سیداگول متصل لالہ موسیٰ ضلع گوجرات بقائمی ہوش حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ... کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد کوئی نہیں۔ کیونکہ میرے والدین زندہ ہیں اور غیر احمدی ہیں۔ میرا گذارہ ملازمت کی ماہوار آمدنی پر ہے جو اس وقت ۲۷/- روپے ماہوار ہے جس میں سے ... پراویڈنٹ فنڈ وضع ہو جاتے ہیں۔ میں بقایا اپنی ماہوار آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرے مرنے کے وقت جو جائداد میری ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں کسی جائداد کا مالک ہونے کے بعد کچھ رقم بمد وصیت حصہ جائداد ادا کرکے اس کی رسید لے لوں۔ تو وہ مجرا دے دی جائیگی:

گواہ شد:۔ علی اکبر احمدی۔

العبد:۔ میاں خاں سیکرٹری انجمن احمدیہ پنڈی بہاؤالدین۔

گواہ شد:۔ غوث احمد احمدی۔

نمبر ۳۲۹۷:۔ میں مسماۃ حلیمہ بیگم زوجہ میاں محمد سعید یوسف صاحب جدہ۔ ملک حجاز۔ بقائمی ہوش حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ... کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرا اصل مہر دو ہزار روپے تھی جس میں سے میں نے پانچ سو روپے وصول کر لئے ہیں۔ باقی پندرہ سو روپے میرے خاوند محمد سعید یوسف کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ اور اس کے علاوہ میرے زیورات قیمتی چھ سو روپے میرے پاس موجود ہے۔ ان دونوں کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں (۲) میرے مرنے کے وقت اگر کوئی ملکیت جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۳) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم خزانہ احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔

وعلٰے ذالک اذنت لمن یشھد وکفٰی باللہ خیر الشاھدین۔

گواہ شد:۔ ارجمند خاں قادیان:

العبد:۔ حلیمہ بیگم۔

گواہ شد:۔ شوہر موصیہ محمد سعید یوسف

نمبر ۳۲۹۸:۔ میں سید انعام رسول ولد سید غلام علی صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ ملازمت موضع رسول پور ڈاکخانہ سونگھڑہ۔ کٹک۔ بلاجبر واکراہ بقائمی ہوش و حواس آج بتاریخ ۱۵ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اپنی اگرچہ کوئی مستقل ملازمت اور آمدنی نہیں مگر اس وقت تقریباً ساٹھ روپے ماہوار آمدنی ہے۔ اور میری جائداد از قسم اراضیات وغیرہ تخمیناً یکہزار -/۱۰۰۰ کی مالیت ہے میں اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ ۱/۱۰ تا زیست داخل خزانہ انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا میرے مرنے پر میرا ترکہ جس قدر ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر مجھے اپنی زندگی میں دسویں حصہ آمد سے زائد رقم صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں داخل کرنے کی توفیق ملی۔ اور میں نے داخل کر کے رسید حاصل کرلی۔ تو وہ رقم میرے ترکہ کے دسویں حصہ میں محسوب ہوگی یا اس سے منہا ہوگی۔ فقط

العبد۔ سید انعام رسول احمدی موصی بقلم خود:

گواہ شد:۔ سید کریم بخش سرو ضلع کٹک:

گواہ شد:۔ ابوالہاشم خان چودہری:

گواہ شد:۔ ابوطاہر محمود احمد ... پرنسپل ... کٹک:

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

——لنڈن۔ ۵ر دسمبر۔ سر سپرو اور مسٹر جیکر نے کانگریسی لیڈروں سے صلح کی گفت و شنید کے بعد جو مشترکہ بیان شایع کیا تھا۔ وہ آج پارلیمنٹ میں پیش کر دیا گیا ہے؛

——کراچی۔ ۵ر دسمبر۔ دو ہزار سے زیادہ آدمیوں کے ایک ہجوم نے جو انقلابی نعرے لگا رہا تھا۔ آج بعد دوپہر جوڈیشل کمشنر کی عدالت پر دھاوا بول دیا۔ پولیس نے اس پر لاٹھیاں چلائیں جس سے بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ دو آدمی گرفتار کئے گئے۔ خلاف قانون نمک فروخت کرنے پر ایک اور آدمی بھی گرفتار کیا گیا۔ جسے مجمع نے پھولوں کے ہار پہنائے؛

——لنڈن۔ ۶ر دسمبر۔ گول میز کانفرنس کی مجالس ماتحت نے مزید ترقی کی ہے۔ فیڈریشن کمیٹی نے ان مسائل کی جو فیڈرل قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ عارضی ترتیب مضامین کا کام مکمل کر لیا؛

——لنڈن۔ ۶ر دسمبر۔ مسلم مندوبین نے اس نقطۂ نظر کی تائید و حمایت کی ہے۔ جو نواب صاحب بھوپال اور سر اکبر حیدری نے پیش کیا تھا۔ یعنی صوبوں اور ریاستوں کو ایک ہی اصول پر فیڈرل حکومت ملے۔ مسٹر سری نواس شاستری کے زیر قیادت غیر مسلم مندوبین نے اس نقطۂ نظر کی مخالفت کی؛

——لنڈن۔ ۶ر دسمبر۔ صوبجاتی نظام کی سب کمیٹی نے آغاز میں دوعملی کی تنسیخ پر غور و خوض کیا۔ متعدد تقریریں کی گئیں۔ عام رائے تنسیخ کے حق میں ہے۔ اور اس مطلب کا عارضی فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

——بنارس۔ ۶ر دسمبر۔ سیاسی قیدی مانک لال سین جس نے مرشد آباد کے جیل خانہ میں خراب غذا ملنے کے خلاف احتجاج کے طور پر بھوک ہڑتال کر رکھی تھی۔ ۶۱ دن کے بعد مر گیا؛

——دتیا۔ ۶ر دسمبر۔ آج صبح ہز ایکسیلینسی وائسرائے لیڈی ارون اپنے سٹاف کے دیگر ارکان کی معیت میں مختصر سے دورہ پر ریاست دتیا میں تشریف لے گئے۔ اس تشریف آوری کی یادگار میں مہاراجہ نے مالیہ اراضی میں ایک لاکھ کی معافی کا اعلان کیا۔ نیز تجویز کی کہ لارڈ ہارڈنگ ہسپتال میں لیڈی ارون کے نام پر حذامیوں کے لئے ایک وارڈ بنایا جائے؛

——کلکتہ۔ ۶ر دسمبر۔ پنڈت موتی لال نہرو کا درجہ حرارت ۱۰۱ تک پہونچ گیا ہے۔ آپ کی بیوی اور بہو آج الہ آباد سے یہاں پہونچ گئیں؛

——دہلی۔ ۵ر دسمبر۔ رائے صاحب بیج پائے کو مسٹر کوٹمین کی جگہ موخرالذکر کے مستعفی ہو جانے پر ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم کے عہدہ پر مستقل کر دیا گیا ہے؛

——احمد آباد۔ ۶ر دسمبر۔ مسٹر وٹھل بھائی پٹیل قائم مقام صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو قانون ترمیم ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۷، (۱ و ۲) کے ماتحت ایک تقریر کے سلسلے میں جو آپ نے بمبئی میں جھنڈا اٹھانے کی تقریب پر کی تھی گرفتار کر لیا گیا ہے؛

——بصرہ۔ ۶ر دسمبر۔ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں وادی ٹیونس میں کہر کی وجہ سے ۴۶ پُر اسرار اموات واقع ہوئی ہیں۔ مویشی بھی اس نامعلوم مرض موت کا شکار ہو رہے ہیں۔ حکام اس امر کی تفتیش اور تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہ آیا یہ گیس اُن ذخائر حرب اور گولہ بارود سے تو پیدا نہیں ہوئی۔ جس کی عظیم مقدار قلعہ بیج کے قرب و جوار میں جمع ہے؛

——برلن۔ ۶ر دسمبر۔ جرمنی کے وزیر عدلیہ ڈاکٹر براڈٹ کا استعفاء صدر جمہوریہ نے منظور کر لیا ہے؛

——دہلی۔ ۵ر دسمبر۔ آج پولیس نے جمعیت العلماء ہند کے دفتر کی تلاشی لی۔ جو تین گھنٹہ تک جاری رہی۔ پولیس اس فتوے کی تلاش میں تھی۔ جو ۱۹۲۱ء میں مولوی محمود الحسن نے شایع کیا تھا۔ اور جس میں پولیس اور فوج کی نوکری کو حرام قرار دیا گیا تھا؛

——مدراس۔ ۶ر دسمبر۔ مسٹر وی۔ جے پٹیل کل رات کو انبالہ جیل سے اکسپریس ٹرین کے ذریعہ کوئمبٹور پہونچا دیئے گئے؛

——گورنمنٹ کشمیر نے پرائمری مڈل اور ہائی سکول کے سکھ طلباء کے لئے ۶۰ اسپیشل وظائف منظور کئے ہیں؛

——قاہرہ کا اخبار الاہرام لکھتا ہے۔ کہ پیرس میں ہز ایکسیلینسی محمود فخری پاشا مصری منسٹر نے ہز ہائی نس مہاراجہ پٹیالہ کے اعزاز میں ڈنر دیا۔ جس میں شہر کے اکثر شرفا شریک ہوئے؛

——دہلی۔ ۷ر دسمبر۔ کل دریا گنج کے گوردوارہ میں پولیس نے چھاپہ مار کر ایک سکھ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے پاس سے ایک ریوالور اور گولیاں برآمد ہوئیں؛

——کلکتہ۔ ۶ر دسمبر۔ ڈبروگڑھ میں ایک یورپین نے جو چائے کے باغات میں کام کرتا ہے۔ ایک ہندوستانی کو جان سے مار دیا تھا۔ یورپین کو عدالت نے صرف ۲۵۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی ہے؛

——ڈھاکہ۔ ۳ر دسمبر۔ تین مسلمانوں کو اس جرم میں ۱۸۔ ۱۸ ماہ قید کی سزا دی گئی ہے۔ کہ انہوں نے گذشتہ فرقہ وارانہ فسادات میں ایک ہندو کے گھر پر حملہ کیا تھا؛

——کانپور۔ ۶ر دسمبر۔ پولیس نے کل ایک اور انقلاب پسند کو ایک لائبریری میں بیٹھا ہوا گرفتار کر لیا۔ جامہ تلاشی لینے سے اس سے ایک ریوالور اور انقلابی لٹریچر برآمد ہوا ہے؛

——سلہٹ۔ ۵ر دسمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مقامی جیل میں حکام نے مسلمان پولیٹیکل قیدیوں کو اذان دینے کی ممانعت کر دی ہے؛

——لاہور۔ ۶ر دسمبر۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اب کانووکیشن کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ اور اس سال ڈگریاں کالجوں کے پرنسپل ہی اپنے کالجوں میں دیا کریں گے۔ اور حسب سابق کانووکیشن کی تقریب بند کر دی گئی ہے؛

——لنڈن۔ ۳ر دسمبر۔ افغان قونصل جنرل تاشقند کے سوویٹ علاقہ میں قتل کے باعث بہت سی سیاسی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ان خبروں کو قطعی غلط بتلایا جاتا ہے۔ کہ میر محمد ہاشم خان کا قتل کسی فرد واحد کی ذاتی دشمنی پر مبنی ہے؛

——دہلی۔ ۸ر دسمبر۔ آج پولیس نے تین آدمیوں کو گرفتار کیا۔ تلاشی لینے پر ان کے قبضہ سے تین بھرے ہوئے پستول برآمد ہوئے؛

——لنڈن۔ ۷ر دسمبر۔ اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی ہے۔ کہ برٹش وزارت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ لارڈ گوریل کو وائسرائے بنایا جائے؛

——کلکتہ۔ ۸ر دسمبر۔ آج ساڑھے بارہ بجے کے قریب تین بنگالی نوجوان انسپکٹر جنرل جیل خانجات کے دفتر میں آئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ چپڑاسی نے انھیں حسب دستور اپنا نام سلپ پر لکھ دینے کو کہا۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور چپڑاسی کو پرے ہٹا کر دروازہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور یکے بعد دیگرے نہایت تیزی سے کرنل سمپسن پر پانچ چھ فائر کر دیئے۔ کرنل سمپسن اسی وقت جان بحق ہو گئے۔ پھر وہ کمرہ سے باہر دوڑ گئے۔ مسٹر نلسن جوڈیشل سکرٹری بنگال گورنمنٹ پر بھی جنہوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی فائر کیا گیا۔ اور انہیں بھی ... میں سخت زخم آیا۔ ایک اطلاع ہے۔ کہ انہوں نے خودکشی کی کوشش کی۔ دو تو اسی وقت ہی مر گئے۔ اور تیسرے کو نازک حالت میں ہسپتال پہونچایا گیا؛

——لاہور۔ ۳ر دسمبر۔ تین ملزمان کو اسلامیہ کالج اور سنٹرل ماڈل سکول لاہور سے پکرک ایسڈ اور دیگر آتشگیر اشیاء کی چوری کے الزام میں دو دو سال قید سخت کی سزا دی تھی۔ آج سشن جج نے ہر سہ ملزمان کو بری کر دیا۔

——پشاور۔ ۷ر دسمبر۔ افغانستان کی وزارت اور دیگر محکمہ جات میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ شاہ نادر خان کے بھائی سردار شاہ ولی خان افغان وزیر لندن کی بجائے کابل میں وزیر اعظم مقرر کئے گئے ہیں۔ اور موجودہ وزیر اعظم سردار محمد حسین خان تمام افغانستان میں دورہ کریں گے۔ آپ صوبجاتی گورنروں کے کام کی پڑتال کرنے کے علاوہ ضروریات کے مطابق ضروری اصلاحات نافذ کریں گے۔

——پٹنہ۔ ۷ر دسمبر۔ ایک نوجوان ہندو دیوی مسماۃ بودی گوری کو گذشتہ جولائی میں ستی ہونے کی کوشش کے الزام میں تین ماہ قید محض کی سزا دی گئی ہے۔ سات اشخاص کو جنہوں نے اُسے ایسا کرنے کی ترغیب دی تھی۔ ۶۔ ۶ ماہ قید محض کی سزا ملی ہے؛

——بمبئی۔ ۶ر دسمبر۔ شولاپور میں فسادات کی وجہ سے تعزیری پولیس بٹھا دی گئی تھی۔ اس کے تمام اخراجات وہاں کے ہندوؤں پر ڈالے گئے ہیں؛

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شایع کیا)